حیدرِ کرّارؓ

خورشید احمد انور

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزّماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

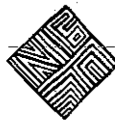
SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

کوڈ نمبر جی بی / پی ۔ ۸۳ / ۱۸۱ / این بی ایف / ۳۰۰ / اے

حیدرِ کرّارؓ

خورشید احمد انور

مصنف کی انگریزی تصنیف "علیؑ" کا ترجمہ



نیشنل بک فاؤنڈیشن

اسلام آباد، کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ، ملتان، سکھر

ننّھا بھائی

اعلانِ توحید سے دس سال پیشتر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمّ بزرگوار ابو طالبؑ کے ہاں ایک فرزند پیدا ہُوا۔ والدہ نے اپنے والد مکرّم کے نام پر بچّے کا نام اسد رکھا۔ اور والد نے اپنے خاندان کی نسبت سے زید تجویز کیا لیکن پیغمبرؐ خدا نے اپنے ننھے بھائی کا نام علیؓ پسند فرمایا۔ جس کے معنی ہیں بڑی شان اور مرتبے والا۔

حیدرؑ

تھا اپنے جھولے میں اکیلا لیٹا تھا۔ اُس وقت گھر میں نہ ماں موجود تھی۔ اور نہ باپ۔ گھر ایک پہاڑی کے دامن میں واقع تھا۔ ایک اژدھا پہاڑی پر سے رینگتا ہُوا سنسان گھر میں آ گھسا۔ اور بچے کو کاٹنے کے لئے جھولے پر جا چڑھا۔ پیشتر اس کے کہ اژدھا بچے کو کاٹے اس نے اپنی ننھی منّی مُٹھی میں اژدھا کی گردن پکڑ لی۔ اس ننھی مُٹھی کی گرفت اس بلا کی تھی کہ اژدھا دم نہ مار سکا۔ اور اُسی گرفت میں ہی مر کر رہ گیا۔

اتنے میں ماں باہر سے آ گئی۔ ننھے کی مٹھی میں مُردہ سانپ دیکھ کر اُس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ بے ساختہ منہ سے دُعا نکلی۔

"خداوندا! میرے بہادر بچّے کی عمر دراز ہو۔"

اُسی دن سے ننّھے کا نام حیدرؓ پڑ گیا یعنی سانپوں کو مارنے والا۔

شیر کا بچہ

ابُو طالب امیر نہ تھے بلکہ غریب تھے۔ اور کئی بچوں کے باپ بھی! حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پرورش بھی آپ نے اپنے بچوں جیسی کی۔ اور انہیں عربوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رکھنے کی حتیّ الامکان کوشش کی اور ہر مصیبت میں آپ نے پیغمبر خُداؐ کا ساتھ دیا۔

رسولِ خُداؐ کے دل میں بھی اپنے چچا کی بڑی عزت تھی۔ اور آپ بھی اُن کی مشکلات میں ہاتھ بٹانا چاہتے تھے۔

ایک دن آپؑ نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا

آپؐ نے دیکھا کہ اُن کے چچا ایک شیر کا بچّہ لائے ہیں جو اُنہوں نے آپؐ کی گود میں ڈال دیا آپؐ نے جب بچّہ گود میں لیا تو اُس نے باتیں کرنا شروع کر دیں۔

دوسرے دن آپؐ نے اپنا خواب چچا کو سُنایا۔ اَبُو طالب نے خواب سُننے کے بعد فرمایا کہ یہ بچّہ میرا ننھا علیؓ ہے۔ اور بڑی خوشی سے اپنا بچّہ تمہیں دے دوں گا۔ حضورؐ سُن کر خوشی سے پھُولے نہ سمائے۔

آپ گھر گئے۔ بچّے کو گود میں اُٹھا لیا۔ بڑی محبّت اور شفقت سے اُسے پیار کیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے بچے کی پرورش اپنے ذمّے لے لی۔

مسلمان

حضرت علیؑ پیغمبرؐ اسلام کی پاکیزہ صحبت میں پروان چڑھنے لگے۔ اور وہ تمام اچھی اور نیک باتیں سیکھ لیں جن کی رسولِ خدا تعلیم دیتے تھے اور جن پر آپ خود بھی عمل کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی بخششِ الٰہی تھی۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔ پیغمبرؐ خدا کی قربت ہی اس ہونہار بچے کو بلند مرتبہ اور ذی شان بنانے کے لئے کافی تھی۔

حضرت علیؑ کی عمر دس سال کی تھی۔ جب خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیارے بندے محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو

اس فرض کی ادائیگی کے لئے مامور کیا جس کے لئے آپؐ دُنیا میں تشریف لائے تھے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپ کو اپنی تمام برکتوں سے مالا مال کرتے ہوئے دُنیا کے گمراہوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے اپنا پیغمبر چُن لیا۔

آپ گھر تشریف لائے۔ نزول وحی کا سارا ماجرا اپنی بیوی خدیجہؓ کو سنایا۔ خدیجہؓ بغیر کسی تامّل کے آپؐ پر ایمان لے آئیں۔ اس کے بعد دونوں نے خدائے واحد کی عبادت کرنا شروع کر دی۔ علی یہ انقلاب دیکھ کر حیران رہ گئے آپ نے پیغمبرؐ خُدا سے سوال کیا کہ اس صداقت کا سرچشمہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا "خدا ایک ہے۔ وُہی ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ وہی لائقِ عبادت ہے۔ بُتوں کی پُوجا گناہِ عظیم ہے۔" بچہ یہ سُن کر حیران رہ گیا۔ چونکہ اس ماحول میں یہ تعلیم اُچھوتی اور اچنبھا تھی۔

آخر کہنے لگا "اس کے متعلق میں اپنے والد سے دریافت کروں گا۔"

پیغمبرؐ خُدا نے اسے منع فرماتے ہوئے کہا کہ پہلے خود

اپنے دل میں ان باتوں پر اچھی طرح سے غور کرو، علیؓ کا دل پیغمبرؐ خدا کی تعلیمات کی روشنی سے پہلے ہی منوّر ہو چکا تھا۔ دوسرے دن بغیر کسی کشمش و پنج کے برملا مذہب اسلام قبول کر لیا۔

علیؓ اگرچہ کم سن تھے۔ پھر بھی دنیا کے عظیم ترین مذہب کی تبلیغ کے لئے سب سے پہلے جو چار مبلّغ میدان عمل میں نکلے۔ علیؓ کی شرکت اُن کی طاقت میں ایک زبردست اضافہ تھی۔

تین سال تک تبلیغ کا سلسلہ بڑی راز داری اور خاموشی کے ساتھ جاری رہا۔ اور علیؓ اپنے آقا اور بھائی کے دوش بدوش رہے۔

اعلانیہ طور پر خدا کا نام لینا اور اُس کی عبادت کرنا ناممکن تھا۔ اس لئے کہ مکّہ والے ابتداء ہی سے اس کے سخت دشمن تھے۔ پیغمبرؐ اسلام صحرا کی تنہائیوں میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ اُن کا یہی کم سن بھائی اس عالم میں بھی اُن کے ساتھ رہتا۔ دوست احباب اور

صحابۂ کرام میں جب آپ نے اپنے رفیقِ خاص حضرت ابوبکرؓ کی معیّت میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ علیؓ اس وقت بھی آپ کے دوش بدوش تھے۔

جب کبھی بھی پیغمبرؐ اسلام کعبہ کے بُتوں کو توڑنے کے لئے نکلے۔ علیؓ اُن کے ساتھ رہے۔

رسولِؐ خدا ایک دن کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور وہاں اپنے تمام کنبہ والوں کو بلا بھیجا۔ جب سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تو آپؐ نے اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

"اگر میں تُم سے یہ کہوں کہ دُشمن اس پہاڑی کے عقب سے بڑھ رہا ہے تو کیا تُم یقین کر لو گے۔؟"

سب یک زبان کہہ اٹھے "ضرور"۔

"اِس لئے کہ تُم دیانت دار اور راست باز ہو"

یہ آواز وادئ صفا میں گونج اٹھی۔

رسولِؐ خُدا نے پھر اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر تُم اُس خُدا پر جس نے تمہیں پیدا کیا ہے ایمان نہیں لاؤ گے تو پچھتاؤ گے اور تمہارا انجام بُرا ہو گا۔"

یہ سننا تھا کہ تمام کنبہ والے غیض و غضب میں بھر گئے۔ انہوں نے آپؐ کو برا بھلا کہا۔ اور سب ناخوش ہو کر وہاں سے چل دیئے۔

اس طرح حضورؐ کے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا

تھوڑے عرصہ کے بعد آپؐ نے اپنے قبیلہ کو پھر دعوت دی ۔ علیؓ کو آپ نے مہمانوں کی خاطر و مدارت کی ہدایت کی ۔ اگرچہ اُس وقت اُن کی عمر پندرہ سال کی تھی پھر بھی بڑی دانشمندی اور ہوشیاری سے انہوں نے اپنے فرض کو نبھایا ۔ مہمانوں کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی ۔ جس میں پیغمبرؐ خدا کے چچا بھی شریک تھے ۔ پُرتکلّف دعوت کے بعد آپؐ نے مہمانوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ۔ آپؐ نے فرمایا ۔

"خدا کی قسم میں تمہیں ایک ایسی چیز پیش کرتا ہوں ۔ جو اس دُنیا اور آخرت کی تمام چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے ۔ لیکن اس شرط پر کون میرا معاون و مددگار ہو گا ؟"

محفل میں سنّاٹا چھا گیا۔ سب خاموش تھے۔ علیؓ اُٹھے اور بلند آواز سے پکارا:۔

"میں اگرچہ بچّہ ہوں۔ دُبلا۔ پتلا اور کمزور اور میری آنکھیں بھی دکھ رہی ہیں، پھر بھی میں آپ کا دوست اور ساتھی رہوں گا۔"

آنحضرتؐ نے علیؓ کو بیٹھ جانے کے لئے فرمایا اور پھر حاضرینِ مجلس کو خطاب فرمایا۔ اب کے بھی محفل خاموش تھی کسی کو بولنے کی ہمّت نہ پڑی۔ لیکن علیؓ پھر اٹھے اور پہلے سے کہیں زیادہ جوش کے ساتھ اپنا پہلا جواب دُہرایا۔ آپؐ نے پھر انہیں بیٹھ جانے کی ہدایت کی۔ اور پھر تیسری مرتبہ مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے دعوتِ حق دی۔

سب کے سب خاموش تھے۔ کسی پر بھی دعوت حق کا معلق کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن وہ علیؓ اور صرف علیؓ کی ذات تھی جس کی آواز کی گونج نے سکوتِ محفل کو توڑا۔ اور گرجدار آواز میں جواب دیا کہ میں آپ کا رفیق اور ساتھی رہوں گا۔

مکّہ میں یثرب کا ایک قافلہ اُترا۔ اہلِ یثرب غریب و نادار تھے۔ وہ طاقت ور یہودیوں اور امیروں کے ظلم وستم سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ حضورؐ قافلہ والوں کے پاس پہنچے اُنہیں دعوتِ حق دی۔ قافلہ والوں نے اُسے قبول کر لیا۔ اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ اور آپؐ سے درخواست کی کہ آپ اُن کے پاس چل کر رہیں۔ وہ یہ جانتے تھے کہ پیغمبرؐ اسلام کو اپنے ساتھ رکھنا مصیبتوں کو دعوت دینا ہے۔

آنحضرتؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے یثرب میں اپنے پیروکار بھیجے۔ اور وہ تمام لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اس کے بعد آپ خود یثرب تشریف لے گئے اور اپنے دوست حضرت ابوبکرؓ کو اپنا ساتھی منتخب فرمایا۔ ابوبکرؓ جاں نثار رفیق

خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ حضورؐ نے مدینہ کے سفر کے لئے صرف آپ ہی کو اپنا ساتھی منتخب فرمایا۔

جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ رسولِ خدا کے دین کو مدینہ میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ تو اُن کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور انہوں نے حضورؐ کو رات کے وقت سوتے میں قتل کرنے کا عزم کر لیا۔

اس ناپاک سازش کی تکمیل کے لئے انہوں نے ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی چن لیا تاکہ بنو ہاشم اس جرم کا انتقام صرف ایک ہی قبیلہ سے نہ لے سکیں۔

مغرب کے دامن میں شام کا سورج آہستہ آہستہ غروب ہو رہا تھا۔ وحشی عربوں کا ایک گروہ رسولِ خدا کے گھر کے باہر منتظر کھڑا تھا۔ وہ آپؐ کو مدینہ کی طرف روانہ ہونے سے قبل ہی قتل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ مکان کو انہوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ رات بھر وہ محاصرہ کئے رہے۔ صبح کے وقت وہ دروازہ توڑ کر مکان میں گھس گئے لیکن بستر پر حضرت علیؓ تھے۔ رسولؐ خدا نہ تھے۔

آنحضرتؐ اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جا چکے تھے۔ اور آپ کا بہادر بھائی علیؓ آپ کے بستر پر سو رہا تھا ایسا بستر جس پر سینکڑوں ننگی تلواریں لہرا رہی تھیں۔

بتوں کے پجاریوں کو شکست ہوئی۔

رسولِؐ خدا ان کی آنکھوں کے سامنے گھر سے نکلے۔ اور اُن کے درمیان ہیں سے ہوتے ہوئے گزر گئے۔ خدا نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ اور وہ آپ کو نہ پہچان سکے اس سے بڑھ کر قربانی کی اور مثال کیا ہو سکتی ہے۔

آپ کی روانگی کے چند دن بعد علیؓ بھی اپنے آقا کے پاس جا پہنچے۔ تمام ملک دشمنوں سے بھرا پڑا تھا۔ آپ رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں پناہ لے لیتے۔ اور پھر شام کو اپنا سفر شروع کر دیتے۔

اسلام کی تاریخ میں جب سب سے پہلی مسجد تعمیر ہوئی تو علیؓ بھی اپنے آقا کے ہمراہ مسجد بنانے میں شریک تھے۔ رسولِؐ خدا اور دیگر اصحاب کی طرح آپ بھی مزدور بن گئے۔ اپنے کندھوں پر اینٹیں اور گارہ اٹھا کر دیتے رہے۔

ایک وہ جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اس کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ دوسرا وہ جو دھول اور مٹی سے بچنے کے لئے اس سے گریز کرتا ہے۔ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

جنگ بدر

سب سے پہلا معرکہ جس میں اس نَو عمر بھائیؑ نے اپنے جوہر دکھائے۔ درحقیقت اسلام کی سب سے پہلی لڑائی تھی جو کفّارِ مکّہ کے خلاف لڑی گئی۔ جو مجاہد اسلام کی خاطر اپنی جانیں قُربان کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں نکلے تھے اس مختصر سی فوج میں علیؓ سب سے پیش پیش تھے اِن مٹھی بھر جان نثاروں کی فوج لے کر رسولِ خُدا میدانِ جنگ میں نکل آئے۔ ان کے مقابلہ پر مکّہ والوں کی ایک ہزار فوج تھی جس کے پاس ہر قسم کا لڑائی کا سامان تھا۔

بدر کے مقام میں مقابلہ ہُوا۔ اس وقت اکیلا اکیلا سپاہی

لڑنے کا رواج تھا۔ ہر فوج اپنے بہترین اور بہادر سپاہی دشمن سے شمشیر زنی کے لئے بھیجا کرتی تھی۔

قریش کے تین بہادر جوان میدان میں نکلے اور للکار کر مسلمانوں کو اپنے تین مجاہدین ان کے مقابلہ پر بھیجنے کے لئے کہا اور تین بہادر ننگی تلواریں سونتے ہوئے ان کے مقابلہ پر جنگ کے اکھاڑہ میں آگئے۔

"نہیں" ان بہادروں کو دیکھتے ہوئے مکّہ والوں نے کہا۔ "ہم یثرب والوں سے نہیں لڑیں گے۔ ہماری تلواریں اُس خون کی پیاسی ہیں جو ہماری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ ایسے آدمی بھیجو۔ جو ہمارے رتبہ کے برابر ہوں۔" تینوں مجاہد واپس چلے گئے۔ رسولؐ خدا نے دشمن کے مقابلہ کے لئے اپنے تین عزیز علیؓ، حمزہؓ اور عبیدہؓ منتخب کئے اور میدان جنگ میں بھیجا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ علیؓ کی تلوار بجلی بن کر کوندی اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے دشمن کو واصل جہنّم کر دیا۔ پھر آپ عبیدہؓ کی مدد کے لئے بڑھے اور ان کے مدِمقابل کو بھی ہلاک کر دیا۔ مکّہ والوں کی

فوج میں غصّہ کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی ساری فوج نے اسلامی لشکر پر ایک دم حملہ کر دیا۔ گھمسان کا رَن پڑا۔ علیؑ کی تلوار بجلی بن کر دائیں بائیں دشمنوں کے سروں پر لہرا رہی تھی اور اُنہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ رہی تھی۔ مغرور مکّہ والوں کا گھمنڈ ختم ہو گیا۔ اُن کی ہمّت ٹوٹ گئی۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ یہ اسلام کی پہلی فتح تھی۔

مالِ غنیمت سے علیؑ کو ایک اُونٹ، ایک تلوار اور ایک زرہ بکتر انعام میں ملی۔

اسی سال پیغمبرؐ اسلام نے اپنی دُختر نیک اختر فاطمۃ الزّہراؑ کو علیؑ کے نکاح میں دے دیا۔ آپ نے اپنی تلوار اور اُونٹ فروخت کرکے ۴۸۰ درہم اکٹھے کیئے۔ اور یہ رقم حق مہر میں دے دی۔

علیؓ جنگِ اُحد میں شریک ہوئے جس میں اُنہوں نے بہادری کے عظیم الشان کارنامے دکھائے اور دُشمن کی فوج کے سردار کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ ایک اور جنگ میں علیؓ کا عرب کے ایک جرّی سردار عمرِو بن عبدِوُد سے مقابلہ ہوا۔ عمرو بہت بہادر جرنیل تھا اور وہ ایک ہزار سپاہیوں کے مقابلہ پر اکیلا ہی کافی سمجھا جاتا۔

علیؓ اس کے مقابلہ پر آئے تو کافر اپنے گھمنڈ میں کہنے لگا۔

"میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا"۔

لیکن علیؓ نے جواب دیا۔

"میں تو تمہیں مارنا چاہتا ہوں"۔

اور انہوں نے اپنا قول سچ کر دکھایا۔

خیبر

خیبر کا معاملہ بڑا ٹیڑھا تھا۔ وہاں کے یہودی بڑے طاقتور تھے۔ ان کے پاس مضبوط قلعے تھے اور ان کو مغلوب کرنا بڑا کٹھن کام تھا۔

خیبر کو فتح کرنے کے لئے رسولِ خدا نے حضرت ابوبکرؓ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو سردار بنا کر بھیجا۔ لیکن فتح خیبر اُن کے مقدر میں نہ تھی اور عمرؓ جیسا بہادر سپاہی بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اور پھر رسولِ خدا نے فرمایا کہ کل جس کے ہاتھ میں عَلَم ہو گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے پیارا ہے۔ اور فتح اُسی کی ہو گی۔ اسلامی لشکر کے بڑے بڑے بہادر سوچنے لگ گئے کہ شاید یہ خوش نصیبی اُنہی کے حصّہ میں آئے۔

لیکن دوسرے دن پیغمبرؐ خُدا نے علیؓ کو طلب کیا۔ سب حیران رہ گئے۔ کسی کو اس کی امید نہ تھی۔ علیؓ بیمار تھے۔ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں آنحضرتؐ نے اپنا لُعابِ دہن اُن کی دُکھتی ہوئی آنکھوں پر لگایا اور وہ ٹھیک ہو گئیں۔ اس کے بعد آپؐ نے اُن کے ہاتھ میں عَلَم دیا۔ اور فرمایا "کہ جاؤ دشمن کو دعوتِ اسلام دو۔ اگر وہ اسے قبول نہ کرے تو پھر اس سے لڑو۔ لیکن پہلے مت لڑنا۔"

"اگر ان میں سے ایک شخص بھی دینِ الٰہی کو قبول کر لے گا۔ تو یہ تمہاری انتہائی سرفرازی اور خوش نصیبی ہو گی۔"

لیکن یہودی اپنی ضد پر قائم تھے۔ اس دعوت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار لڑائی ہوئی اور انہیں بُری طرح شکست ہوئی۔

یہودیوں کا مغرور سردار مرحب حضرت علیؓ کے مقابلہ پر آیا۔ وہ بھی کیفرِ کردار کو پہنچا۔ علیؓ فاتح تھے اور آج بھی خیبر شکن کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

ادب

حضرت علیؓ کو رسولِؐ خدا سے نہ صرف محبت و عقیدت ہی تھی۔ بلکہ وہ آنحضرتؐ کا بڑا ادب و احترام بھی کرتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو صلح نامہ لکھنے پر مامور کیا گیا۔ شرائط لکھتے وقت پیغمبرؐ اسلام کو محمد رسول اللہ لکھا۔ یعنی اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسولؐ۔ مگر کفارِ مکہ نے اس عبارت پر اعتراض کیا۔ اس لئے کہ یہی تو وہ بات تھی جس کے خلاف وہ لڑ رہے تھے۔ جھگڑا آپ کو پیغمبر تسلیم کرنے سے متعلق تھا۔ کفار نے

مطالبہ کیا کہ محمدؐ رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبداللہ لکھا جائے۔

پیغمبرِ خداؐ اس پر رضامند ہو گئے۔ لیکن حضرت علیؓ محمدؐ رسول اللہ لکھ چکے تھے۔ اور اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے مٹانا نہیں چاہتے تھے۔

آخر کار آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ عبارت مٹا دی۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے نزدیک یہ بہت بڑی بے ادبی تھی۔

بُت شکن

ہجرت کے آٹھ سال بعد مکّہ فتح ہو گیا۔ پیغمبرِ اسلامؐ اپنی فاتح فوجوں کے جلو میں مکّہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ کی قیادت میں دس ہزار فدایانِ توحید حضرت ابراہیم کے شہر میں داخل ہوئے۔

"آج مکّہ میں خون کے دریا بہیں گے" ان کے سردار سعد بن عبادہ نے بلند آواز سے کہا۔ لیکن یہ اُن کی بھول تھی وہ جوش میں تھے۔ پیغمبرؐ اسلام ایسا نہیں چاہتے تھے۔ آپؐ نے عَلَم ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور وہی عَلَم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دے

دیا۔

مکّہ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر فتح ہو گیا سب سے پہلا کام جو رسولِ خُدا نے کیا۔ وہ کعبہ کے اُن گِنت بتوں کو توڑنا تھا۔

بُت پتھر اور دھات کے ڈھیر تھے ان سب کو توڑ پھوڑ دیا گیا۔ اور خانہ کعبہ سے اُٹھا کر انہیں باہر پھینک دیا گیا۔ لیکن خانہ کعبہ میں ایک بُت باقی رہ گیا تھا۔ وہ بُت لوہے کے ایک ستون پر نصب تھا اور اِتنا اُونچا تھا کہ کوئی بھی آسانی کے ساتھ اس تک نہ پہنچ سکتا۔

پیغمبرِ اسلام نے علیؓ کو اپنے کندھوں پر کھڑا کیا۔ اس طرح انہوں نے اس نجس مُورتی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ کعبہ بُتوں سے پاک ہو گیا۔

مقرّر

حضرت علیؓ نہ صرف ایک بہادر سپاہی ہی تھے بلکہ ایک زبردست مقرّر بھی۔ پیغمبرِ اسلام نے آپ کو جب کبھی اور جہاں بھی تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا وہیں کامیابی نے آپ کے قدم چومے۔ یہاں تک کہ پتھر سے پتھر دل لوگ ان کے گرد جمع ہوئے آپ کی تقریر و تبلیغ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سب کے سب مشرّف بہ اسلام ہوئے۔

یمن ایک ایسی جگہ تھی جہاں خالدؓ بن ولید کئی ماہ کوشش کرنے کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے چھ مہینہ

تک آپ یہاں تبلیغِ حق کرتے رہے لیکن ایک بھی کافر مسلمان نہ ہُوا۔ اس کے بعد پیغمبرِؐ اسلام نے حضرت علیؓ کو وہاں بھیجا۔ کام کو پورا کرنے میں صرف چند دن لگے۔ یمن کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس کامیابی کا سہرا حضرت علیؓ کے سر تھا۔

رسُولِ خُداؐ کی مختصر سی علالت کے دوران میں حضرت علیؓ زیادہ تر آپ کی تیمارداری کرتے۔ آپ پیغمبرِ خُداؐ کو کبھی بھی تنہا نہ چھوڑتے۔ اور آپ کی چارپائی کے ساتھ لگے رہتے۔ آخر رسولِ خُداؐ کا وصال ہو گیا۔ حضرت علیؓ چونکہ آپ کے سب سے قریبی رشتہ دار تھے۔ اس لئے آپ نے ہی آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین کی۔ یہ بھی حضرت علیؓ کے لئے ایک بڑی سعادت تھی۔

رسولِ خُداؐ کی وفات کا حضرت علیؓ کو ازحد صدمہ ہُوا اور آپ کی حرم محترم کو بھی۔ جو رسولِ خُداؐ کی سب سے چہیتی بیٹی فاطمۃ الزہراؓ تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؓ کے دل میں حضرت ابوبکرؓ کی بڑی عزت و توقیر تھی ۔ اس لئے کہ وہ رسولِؐ خدا کے سب سے بڑے دوست تھے ۔

حضرت علیؓ نے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔ اور انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی حضرت علیؓ کی عزت افزائی کی ۔ اور ریاست کے معاملات میں ہمیشہ ان سے صلاح مشورے لیتے رہے ۔

قاضی القضاۃ

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت علیؓ نے بڑے اہم کارنامے سرانجام دیئے۔ کوئی بھی مہم اُن کے مشورہ کے بغیر باہر نہیں بھیجی گئی۔

خلافت کا کوئی بھی معاملہ اُن کے مشورہ کے بغیر فیصل نہیں کیا گیا۔ وہ قاضی القضاۃ بھی تھے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ سے بڑھ کر اسلام کے احکام سے اور کون واقف ہو سکتا تھا۔ پیغمبرؐ خدا نے خود یہ فرمایا تھا کہ "میں مدینۃُ العلم ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ"

حضرتِ عثمانؓ

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ اسلام مقرر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے منتخب کرنے والوں کے فیصلہ سے اتفاق رائے رکھتے ہوئے بخوشی ہاتھ بڑھایا اور خلیفۂ اسلام حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا آخری دور بڑا ہی طوفان انگیز تھا۔ برے اور شرارتی عناصر نے نت نئی شرارتیں کرنا شروع کر دیں۔ باغیوں کا مطالبہ تھا کہ حضرت عثمانؓ مسند خلافت کو چھوڑ دیں۔

انہوں نے آپ کے گھر پر دھاوا بول دیا اور انہیں

دھمکایا۔ بغاوت کے تمام ایام میں حضرت علیؓ بہت ہی پریشان رہے۔ وہ معمّر خلیفہ کی مدد کرنا چاہتے تھے لیکن باغیوں کی طاقت بہت مضبوط ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے ان کو کئی مرتبہ سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آئے۔ حضرت علیؓ کو یہ گمان تک نہ تھا کہ یہ بغاوت اور مظاہرے اس خطرناک حد تک پہنچ جائیں گے کہ خلیفہؓ شہید کر دیئے جائیں گے۔ آپ نے خلیفۂ وقت کی حفاظت کے لئے اپنے دونوں بیٹوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو ان کے دروازہ پر نگہبان کھڑا کر دیا۔ تاکہ باغی حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل نہ ہو سکیں اور انہیں شہید نہ کر سکیں۔ لیکن جب یہ سانحۂ عظیم ہوا تو حضرت علیؓ باغیوں اور قاتلوں سے بڑی سختی کے ساتھ پیش آئے۔

حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد تین روز تک کوئی خلیفہ مقرر نہ ہوا۔ اس کے بعد مسلمان حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچے۔ اور انہیں مسندِ خلافت قبول کرنے

کی درخواست کی۔ حضرت علیؓ یہ بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ لیکن مہاجرین اور انصار کے بار بار اصرار پر آخر کار آپ نے خلافت قبول کر لی۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تیسرے روز مسجدِ نبوی میں حضرت علیؓ کی خلافت کا اعلان ہُوا۔

خلیفہ

خلیفۂ اسلام بننے کے بعد حضرت علیؓ کا سب سے پہلا کام حضرتِ عثمانؓ کے قاتلوں کو تلاش کرکے انہیں قرارِ واقعی سزا دینا تھا لیکن اس ہولناک جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو تلاش کرنا قریب قریب ناممکن تھا۔ مشکل یہ تھی کہ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تو جو واحد ہستی اس وقت وہاں موجود تھیں۔ ان کی بیوی حضرت نائلہ تھیں۔ وہ اس کے سوا اور کچھ نہ بتا سکیں کہ تین اشخاص گھر میں گھسے تھے۔ اُن میں ایک محمد بن ابوبکرؓ تھے۔ باقی دو کو نہ تو

وہ جانتی تھیں اور نہ اس سے پہلے کبھی اُن کو دیکھا تھا۔

محمدؐ بن ابوبکرؓ گرفتار کر لئے گئے۔ اُنھوں نے اعتراف کر لیا کہ وہ بُری نیّت کے ساتھ گھر میں گھُسے ضرور تھے۔ لیکن اُنہیں شرم آئی اور واپس چلے گئے۔ ان کے علاوہ دو اور بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی شرمناک تلواروں کو خلیفۂ اسلام کے بے گناہ خون سے رنگا تھا۔ حضرت نائلہ نے بھی اس بیان کی تصدیق کر دی۔ خود اس نے بھی قسم کھائی کہ وہ قاتلوں کو نہیں جانتا۔

حضرت علیؓ کو کچھ دنوں تک یہ معاملہ چھوڑ دینا پڑا۔ اور اصلی قاتلوں کو گرفتار کرنے کے لئے موقعہ کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت علیؓ کو یہ یقین تھا کہ یہ بدامنی اور بےاطمینانی جس نے بغاوت کی صورت اختیار کر لی۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود حضرت عثمانؓ بھی شہید کر دیئے گئے

محض اس وجہ سے تھی کہ ان کے گورنر اچھے حکمران ثابت نہیں ہوئے تھے۔ خلیفۂ سوم کے زمانۂ حیات میں کئی مرتبہ حضرت علیؓ نے اُنہیں مشورہ دیا کہ وہ ان بد کردار گورنروں کو اُن کے شعبوں سے ہٹا دیں اور اُنہیں بداعمالیوں کی سزا دیں۔ لیکن حضرت عثمان کی رحمدلی ہمیشہ آڑے آئی۔ اور اِن کے خلاف کوئی سخت قدم نہ اٹھایا گیا۔

بوڑھے نیک دل خلیفہ کی طبیعت ہی کچھ اس طرح واقع ہوئی تھی۔ آپ نہ تو خود لڑنا چاہتے تھے اور نہ اپنے احباب کو ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دیتے تھے جو ان کے خون کے پیاسے تھے۔ اور جنہوں نے خلیفہؓ کے گھر کو گھیر رکھا تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ خود خلیفہؓ کو اپنے بے گناہ خون سے دوسروں کی بداعمالیوں کا کفارہ ادا کرنا پڑا۔

اگر حضرت علیؓ کچھ دن انتظار کر لیتے تو اچھا تھا لیکن اُنہوں نے خلیفۂ عثمانؓ کے وقت کے تمام گورنروں کو

فی الفور معزول کرنا ہی بہتر سمجھا۔ اور انہیں معزول کرکے اُن کی جگہ ایسے آدمی مقرر کر دیئے۔ جن پر حضرت علیؓ کو کامل بھروسہ اور اعتماد تھا۔

آپ نے نئے گورنروں کو بصرہ۔ شام۔ کوفہ اور یمن روانہ کر دیا۔

تبوک کے مقام پر اُن کے گورنر کو معاویہ کی فوج نے روک لیا۔ اور انہیں مدینہ کی طرف پسپا کر دیا۔

حضرت علیؓ کو فوراً ہی پتہ چل گیا کہ مسندِ خلافت اُن کے لئے پھولوں کی سیج ثابت نہیں ہوگی۔

حضرتِ مُعاویہؓ

حضرت معاویہؓ بہت ہوشیار سیاستدان تھے انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا بہت صدمہ تھا۔ چونکہ حضرت عثمانؓ اُن کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اس واسطے اُنھوں نے سب سے پہلے آپ کے خُون کا سوال اُٹھایا اور اُن کے قاتلوں کی سپُردگی کا مطالبہ کیا۔

دمشق کی مسجد میں حضرت عثمانؓ کی خون سے رنگی ہوئی قمیض اور اُن کی بیوی کی کٹی ہوئی اُنگلیاں لٹکا دی گئیں تاکہ خلیفہ کے بے گناہ خُون کا انتقام لیا جا سکے۔

حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو ایک خط بھیجا۔ جس میں اُن سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں خلیفہ قبول کریں اس لئے کہ مسلمانوں نے مُتفقہ طور پر اُنہیں اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے ایک کورا خط حضرت علیؓ کو بھیج دیا۔ یہ حضرت علیؓ اور اُن کی خلافت کے لئے ایک کھُلا چیلنج تھا۔

شام سے آواز اُٹھی۔ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا دو۔ حضرت عائشہ بنتِ حضرت ابوبکرؓ حرمِ رسولِؐ خدا نے بھی یہی مطالبہ کیا۔ اور حضرتِ طلحہؓ اور زبیرؓ جیسے اسلام کے بڑے بڑے بہادر اور جانباز اِن کے ساتھ تھے۔

حضرت عثمانؓ کے قاتل اور اُن کے دیگر باغی ساتھی ابھی تک آزاد تھے۔ اور اُن کو وہ سزا نہیں ملی تھی۔ جس کے وہ مستحق تھے۔ برعکس اِس کے اُنہیں بڑے بڑے عہدوں پر مامور کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ کے تمام گورنر

ایک دم معزُول کئے جا چُکے تھے۔

اِن سب باتوں کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ حضرت علیؓ کے دَورِ خلافت میں بھی ملک میں بے چینی اور بَدامنی کی لہر دوڑ گئی۔

جنگِ جمل

حضرت عائشہ رض نے فوج تیار کر لی۔ اُمّ المومنین کے جھنڈے تلے بے شمار مسلمان جمع ہو گئے طلحہ رض اور زبیر رض بھی آپ کے ساتھ تھے۔

اس لشکر نے بصرہ کی طرف کُوچ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ خزانۂ عامرہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی رض کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ فوراً بصرہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ خالی ہو چکا تھا۔ بے شمار مسلمان خلیفہ کی تقلید کرتے ہوئے مدینہ سے چل دیئے۔

حضرت علی رض نے بصرہ پر چڑھائی کرنے اور معاویہ رض

کے خلاف جنگ کرنے کے لئے جو لشکر مرتب کیا تھا وہ حضرت عائشہ رضؓ کی فوج کو روکنے کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن فوج حضرت عائشہ رضؓ، زبیر رضؓ اور طلحہ رضؓ کی قیادت میں بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ اس لئے حضرت علی رضؓ نے اپنا لشکر بصرہ جانے والی سڑک کے قریب روک لیا اور کوفہ سے نئی کمک کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت علی رضؓ نے اپنے فرزند حضرت امام حسن رضؓ کو ایک جنبش اسلام دے کر کوفہ بھیجا۔ وہاں انہیں بہت کامیابی ہوئی۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت علی رضؓ کی بیعت کر لی۔ اور دس ہزار فوج سمیت اُن سے مل گئے

اِس طرح کمک اور اسلحہ حاصل کرنے کے بعد حضرت علی رضؓ بصرہ کی طرف بڑھے۔ بصرہ کے لوگ تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک گروہ اُن لوگوں کا تھا جو بالکل غیر جانب دار تھے۔ دوسرا گروہ حضرت علی رضؓ کی حمایت پر تھا۔ اور تیسرا گروہ حضرت

عائشہؓ، زبیرؓ اور طلحہؓ کے ساتھ تھا۔

نیک بندوں کو خانہ جنگی کی یہ زبردست تیاریاں دیکھ کر بڑا دُکھ ہوا۔ ہر نیک نیّت مسلمان نے مُفاہمت کی کوشش کی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کو بھی جنگ سے نفرت تھی۔ یہ بھی امن چاہتے تھے اختلافات دُور کرنے کی زبردست کوششیں ہوئیں۔ اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کی خونریزی کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن حضرت علیؓ کے لشکر میں سبائی اور حضرت عثمانؓ کے قاتل بھی شامل تھے۔ جو یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ اگر صُلح ہو گئی تو وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ آخر کار رات کے سناٹے میں اُنھوں نے حضرت عائشہؓ کے لشکر پر جب کہ سپاہی سو رہے تھے اچانک حملہ کر دیا۔ انہیں اس کا گمان تک بھی نہ تھا کہ دُشمن اس قدر دغا باز ہو گا۔ دونوں لشکروں میں افراتفری مچ گئی۔ ہر کوئی یہ سمجھے ہوئے تھا۔ کہ دوسرے نے اُسے دھوکا دیا ہے۔

آگ لگ چکی تھی اور جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے اونٹ کے آہنی ہودے سے مسلمانوں کو پکارا کہ وہ جنگ سے باز رہیں لیکن وقت گزر چکا تھا۔ ایک زبردست طوفان بپا ہو چکا تھا۔ جس پر فوراً قابو پانا ناممکن تھا۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے لشکر کو لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہوئے۔

قاتلوں کی مراد بر آئی۔ یہ وہ پہلی جنگ تھی جس میں مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے سروں پر ٹوٹیں۔ دراصل یہ تاریخ عالم میں سب سے خوفناک جنگ تھی

حضرت علیؓ اپنے گھوڑے پر سوار میدانِ جنگ میں نکلے۔ اور زبیرؓ سے ملے۔ اُن کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تمہیں یاد ہے کہ رسولِؐ خدا نے تم سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا تھا کہ کیا تم علیؓ کے دوست رہو گے؟ اور تم نے جواب دیا تھا۔ "ہاں"

اور تمہیں یہ بھی یاد ہے کہ رسولؐ اللہ نے تمہیں یہ بھی کہا تھا کہ تم ایک دن علیؓ سے خواہ مخواہ لڑو گے۔

زبیرؓ نے یہ قول یاد کرکے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ طلحہؓ نے بھی ان کا کہا مان کر لڑائی بند کر دی لیکن مروان نے انہیں اپنے تیر کا نشانہ بنا دیا مروان کوئی معمولی درجہ کا مُفسد نہ تھا۔

لیکن لڑائی اُس اُونٹ کے گِرد ہو رہی تھی جس پر اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سوار تھیں۔ اپنی ماں کی عزت و ناموس کو بچانے کی خاطر عرب کے جانباز پروانوں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ پڑ رہے تھے۔ ان کی بہادری اور جانثاری کو دیکھ کر حضرت علیؓ بھی دم بخُود رہ گئے۔ ایک کے بعد ایک جاں نثار آگے بڑھتا اور اُونٹ کی مُہار پکڑ لیتا۔ یکے بعد دیگرے وہ شہید ہوتے گئے۔ اس طرح ستّر مجاہدین نے اُمّ المومنینؓ کی عزّت و ناموس پر اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔

حضرت علیؓ یہ سماں دیکھ کر بڑے پریشان ہو گئے۔ زمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن چکی تھی لیکن ابھی تک خونریزی بند نہیں ہوئی تھی۔

حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے لئے بڑی خوفناک جنگ ہو رہی تھی۔ اس خونریزی کو بند کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ اونٹ کو بے کار کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ نے اپنا ایک سالار اس میدان کار زار میں بھیجا۔ اس نے اونٹ کی پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اونٹ نے ایک خوفناک چیخ ماری اور گر گیا۔ لڑائی بند ہو گئی۔ اور تیروں سے چھلنی پالکی اُتار لی گئی۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابوبکرؓ کو اپنی خواہر باعظمت کی حفاظت کے لئے وہاں بھیجا۔

فوج کے نام حکم جاری کر دیا۔ دشمن کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمیوں کو مارا نہ جائے اور نہ ہی لوٹ مار کی جائے۔ آپ نے حضرت عائشہؓ کو بلوا بھیجا۔ اور بصرہ

کے ایک عالیشان مکان میں اُن کی رہائش کا بندوبست کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ اپنے بھائی کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوگئیں۔ چالیس معزز خواتین کا قافلہ ان کے ساتھ تھا۔ اور خود حضرت علیؓ بھی اس قافلہ کو الوداع کہنے کے لئے تھوڑی دور پیدل ان کے ساتھ گئے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ جنگ محض غلط فہمی کی بناء پر ہوئی۔ علیؓ سے میری کوئی لڑائی نہ تھی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔" رسولِ خدا کی زوجۂ مطہرہ ہماری مقدّس ماں ہیں۔ ہمارے لئے وہ لائقِ احترام و عزّت ہیں۔

اس طرح حضرت علیؓ نے اس بہادر خاتون کی رنجش کو دُور کرکے اُن کی خوشنودی حاصل کرلی

کُوفہ

جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے اپنا دارالخلافہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مدینہ کی حُرمت و تقدیس حضرت عثمانؓ کے خون سے داغدار ہو چکی تھی۔ اس لئے اُنھوں نے بہتر یہی سمجھا کہ اسلام کے مرکز سے دور کسی جگہ کو اپنی سیاسیات کا گہوارہ بنائیں۔ مزید براں اہلِ کُوفہ حضرت علیؓ کے زبردست حامی تھے۔ جب وہ پہلے وہاں تشریف لے گئے تھے تو اہلِ کوفہ نے اُنہیں رہنے کے لئے اپنے عالیشان مکانات کی پیشکش کی تھی۔ لیکن حضرت علیؓ نے انکار کر دیا تھا

حضرت عمرؓ اسلام کے سب سے بڑے خلیفہ نے ہمیشہ دنیاوی جاہ و جلال کو ناپسند کیا تھا۔ اس لئے میں بھی اُسے پسند نہیں کرتا۔ آپ نے اپنے خیمے کھلے میدان میں نصب کر لئے۔ اور وہیں رہنا پسند کیا اور آپ نے حضرت معاویہؓ کو بیعت قبول کرنے، اور خلیفۂ وقت کا وفادار رہنے کا یہ پیغام بھیجا:۔

"جن لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ اُنہوں نے ہی مجھے یہ منصب سونپا ہے۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم مجھے خلیفہ تسلیم کر لو۔"

لیکن حضرت مُعاویہؓ نے قاتلینِ حضرت عثمانؓ کی حوالگی سے پہلے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ بیس سال تک بغیر کسی مخالفت کے شام کا حکمران رہا تھا۔ اس لئے وہ اپنی حکومت اور طاقت کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے وُہی فرسُودہ جواب حضرت علیؓ کو لکھ بھیجا۔

"پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کرو۔ اُس کے بعد سارا ملک شام تمہارے سامنے جُھک جائے گا۔ اس لئے کہ تم ہی ایک ایسی قابلِ ترین ہستی ہو جو مسلمانوں کا خلیفہ بن سکتے ہو۔

حضرت علیؓ جانتے تھے کہ یہ حضرت معاویہؓ کی محض بہانہ بازی ہے۔ اور وہ حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنی شمشیر کو بلند کرنا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ جنگِ جمل میں دس ہزار سے زائد جانیں تلف ہو چکی تھیں۔ لیکن اب پھر زمین مسلمانوں کے خون کی پیاسی نظر آ رہی تھیں۔ خلیفہ نے اسّی ہزار کا لشکرِ جرّار لے کر شام پر چڑھائی کر دی۔ حضرت معاویہؓ کی فوجوں نے صفین کے مقام پر اُن کی پیش قدمی کو روکا۔ دریائے فرات کے دونوں کناروں پر اس کی فوج کا پہرہ تھا تاکہ کوئی مسلمان سپاہی پانی نہ لے۔ لیکن حضرت علیؓ کا لشکر اُن سے کہیں زیادہ طاقت ور تھا۔ اور

اُنہوں نے بڑی آسانی سے دُشمن کو مغلوب کرکے پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیا۔ اب ان کی باری تھی لیکن حضرت علیؓ پیغمبرِ اسلامؐ کی طرح جہاں دوست کے لئے رحمدل واقع ہوئے تھے وہاں دُشمن کے لئے بھی اُنہوں نے انتہائی فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے دشمنوں کو بھی دریائے فرات کا پانی پینے کی اجازت دے دی۔

صفین

دونوں جانب اچھے اور نیک لوگ بھی تھے۔ وہ امن چاہتے تھے۔ اور جنگ سے انہیں نفرت تھی لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو امن کے دشمن اور جنگ کے خواہاں تھے۔ تین مہینے تک خونریزی بند رہی لیکن آخر کار نیک لوگوں کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور بُرے لوگوں کو اپنی شرارتوں اور سازشوں میں کامیابی ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اسلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ بھیانک اور خُونریز جنگ شروع ہو گئی۔

ابتداء میں معمولی جھڑپیں ہوئیں ۔ اس کے بعد ایک ایسی جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا جو مہینوں تک جاری رہا شکست مشکل تھی اور فتح کے لئے کوئی آثار نہیں تھے ۔ مسلمان مسلمان کے خلاف برسرِ پیکار تھا ۔ اور مومن اپنے ہی بھائیوں کے خون کا پیاسا تھا ۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جب کبھی فیصلہ کُن یورش کا موقعہ ہوا تو کوئی نہ کوئی ایسی بات بن گئی ۔ جس سے جنگ ختم نہ ہو سکی ایک دن خلیفہ کی فتح یقینی تھی ۔ معاویہؓ گھبرا اُٹھا اُس کے سپاہی قرآن نیزوں پر بلند کئے میدان میں نکل آئے اور بآواز بلند کہنے لگے "ہماری جزا اور سزا کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو" خلیفہ اور ان کے سردار جانتے تھے کہ یہ ایک زبردست چال ہے ۔ اور اپنے سپاہیوں کو لڑنے کا حکم دے دیا ۔

"شکست سے خوفزدہ بزدلوں کی چال ہے"

اُنہوں نے کہا ، لیکن حضرت معاویہؓ کا جادو چل گیا خلیفہؓ

کے لشکر میں جتنے کوفی تھے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور لڑنے سے انکار کر دیا۔ دشمن نے اُن کے درمیان قرآن رکھ دیا تھا۔ اِس مقدّس کتاب کے سوِا اور کوئی بہتر منصف نہیں ہو سکتا تھا۔

لڑائی بند ہو گئی۔ اور ایک مرتبہ پھر صلح کے متعلق بات چیت شروع ہو گئی۔ صُلح گر ایک مرتبہ پھر میدان میں نکلے لیکن شرارتی عنصرنےاُن کے رستے میں ہمیشہ رکاوٹ ڈالی۔ کوئی فوری طور پر سمجھوتہ نہ ہو سکا۔

سپاہیوں نے اپنے شہیدوں کی تجہیز و تکفین کی۔ اور بلا تصفیہ میدانِ جنگ کو خالی کر دیا۔ شام پر معاویہؓ کی حکومت برقرار رہی۔ اور باقی دُنیائے اسلام پر حضرت علیؓ کی حکومت تھی۔

خوارج

جن لوگوں نے جنگِ صفین میں خلیفہ کی طرف سے لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب وہ اُن کے مخالف بن گئے اُنہیں خوارج کے نام سے پُکارا جانے لگا۔

ان کا شروع ہی سے تقاضا تھا کہ صرف کتابِ الٰہی کی روشنی میں سب فیصلے ہوں۔ کوئی بیعت خلافت نہیں ہونی چاہیئے۔ صرف خدائے بزرگ و برتر ہی عظمت والا اور بڑی شان والا ہے۔ امیر معاویہؓ یا حضرت علیؓ سے حلفِ وفاداری اُٹھانا دین کی

مذمت اور کلمۂ کفر ہے۔ ان کے ایسے خیالات تھے
کچھ دنوں خلیفہؓ خاموش رہے۔ لیکن اُن کی
اس نرم روی سے فتنہ پردازوں کے حوصلے اور
بھی بڑھ گئے۔ تھوڑے دنوں میں ان کی اچھی خاصی
طاقت ہو گئی۔ چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں
وہ پھرتے رہتے۔

انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق ایک سردار چُن
لیا۔ اور چار ہزار کے لگ بھگ خارجی نہروان میں
اُس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور مدائن پر
قبضہ کرکے وہاں حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا چاہتے تھے۔

حضرت علیؓ نے اُن کے متعلق کوئی زیادہ خطرہ
محسوس نہ کیا۔ ان کی تعداد بہت کم تھی۔ آپ نے
اپنے مشترکہ دشمن معاویہؓ کے خلاف لڑنے کے لئے اپنی
فوج میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ لیکن خارجیوں
نے بڑی سختی سے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔

حضرت علیؓ نے ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر شام

پر چڑھائی کر دی لیکن جب آپ کو معلوم ہوا۔ کہ خارجیوں نے ملک میں طوفان مچا رکھا ہے تو اس طرف پلٹے۔ وہ ان مجرموں کو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔

خلیفہ رضؓ کے لشکر نے راستہ تبدیل کر لیا۔ اور دریائے دجلہ کو پار کرکے اُن کو جا لیا نہروان کے قریب پہنچ کر خلیفہ رضؓ نے انہیں پیغام بھیجا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں گے تو اُن پر سلامتی ہو گی اور وہ امان میں ہوں گے۔

ان میں سے بعض نے اطاعت قبول کر لی اور واپس چلے گئے۔ لیکن ان میں ۱۸۰۰ باغی اپنی ضد پر اڑے رہے۔ انہوں نے ایسا مقابلہ کیا کہ اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔

اسلام کی بہتری اسی میں ہوتی اگر چار ہزار کے چار ہزار خارجی مارے جاتے۔ تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے خلیفہ کے خلاف پھر بغاوت کر دی۔ انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ معاویہؓ اور عمرو بن العاص کو بھی ختم کر دینا چاہتے تھے۔ عمرو بن العاص نے معاویہؓ کی طرف سے مصر فتح کیا تھا اور وہاں کی حکومت سنبھال لی تھی۔ انہوں نے اُن تینوں کو مُلحد اور بدعتی قرار دے دیا۔

"جب تک یہ تینوں ہمارے درمیان ختم نہیں ہو جاتے اُس وقت تک اسلام خانہ جنگی سے پاک نہیں ہو سکتا" یہ ان کا کہنا تھا۔

ایک دن اُن میں سے تین افراد نے یہ ذلیل کام سرانجام دینے کا حلف اُٹھایا۔ اُن میں سے ایک شخص ابنِ مُلجم نے خلیفۂ وقت کو شہید کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ باقی دو نے معاویہؓ اور عمرو بن العاص کو۔

اُنہوں نے اپنی تلواریں خطرناک زہر میں بجھائیں۔ اور یہ قسم کھا کر کہا:۔

"یا تو ہم اپنے کام کو پُورا کریں گے، یا خود مر جائیں گے"

ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے اور ایک ہی دن

ان تینوں نابکاروں نے صبح کے وقت ان ہستیوں پر حملہ کر دیا۔

عمرو بن العاصؓ بچ نکلے۔ اس دن وہ بیمار تھے اور اُن کی جگہ ایک سردار نے صبح کی نماز پڑھائی تھی وہ اُن کے بدلے مارا گیا۔

معاویہؓ پر بھی وار کاری لگا۔ لیکن اُن کے طبیبوں نے اُن کا علاج کیا۔ جس سے وہ اچھے ہو گئے۔

لیکن اسلام کے جلیل القدر خلیفہؓ کا وقت آن پہنچا تھا۔ آپ علی الصبح مسجد میں تشریف لائے اور حسبِ معمول باآواز بلند لوگوں کو خدا کی عبادت کے لیئے بُلایا۔

"آؤ لوگو نماز کے لئے آؤ!" مسجد میں آپ کا قاتل سو رہا تھا۔ اُس کو بھی آپ نے جگایا۔ جب خُدا کے حضور میں آپ کی جبینِ مُبارک جُھکی ہوئی تھی تو مُلجم کے سنگدل بیٹے نے آپ پر وار کیا۔ آپ کے سر پر کاری ضرب لگی۔ آپ نے اپنے فرزند کو بُلا بھیجا۔ انہیں کچھ وصیّت کی۔ اور اُسی شام آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز

کر گئی۔

"شمعِ علم و فضیلت بُجھ گئی۔ اور سرچشمۂ فیوض و انصاف بند ہو گیا۔

انسان

حضرت علیؓ کا دورِ خلافت ہنگاموں اور فسادات سے پُر تھا۔ خلیفہؓ کے خیالات اور اصول بہت ہی بلند تھے۔ اس لئے وہ ان ہنگاموں کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اُن کے لئے اسلام جیسے افضل ترین مذہب کے اصول سیاسی اسباب و مفاد کی خاطر چھوڑنا ناممکن تھا۔ اس کے برعکس ان کے سیاسی حریف حضرت معاویہؓ بڑے قابل سیاست دان تھے۔ اور ہر ممکن طریق سے وہ اپنے دوستوں اور حواریوں کی تعداد میں اضافہ کرنے میں ہمیشہ کامیاب رہے۔ اور اپنی دولت اُن پر

پانی کی طرح خرچ کرتے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ خزانہ عامرہ سے ایک پائی بھی ضائع کرنے کو تیار نہیں تھے۔ اور خلیفۂ اکبر حضرتِ عمرؓ کے نقش قدم پر چلنا اپنی عین سعادت سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ نجران کے یہودیوں نے اپنے آبائی وطن حجاز واپس آنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انہیں وہاں سے نکال باہر کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ کے پاس وہ اپنی تمنّا لے کر پہنچے۔ حضرت علیؓ نے بھی اُن کی درخواست ٹھکرا دی۔ اور فرمایا کہ :-

"حضرت عمرؓ سے بڑھ کر اور کون بہتر منصف ہو سکتا ہے؟"

خلیفہؓ کا دَورِ حکومت غریبوں اور محتاجوں کے لئے بڑی آسودگی اور راحت کا زمانہ تھا۔ بیت المال کے دروازے ہمیشہ ان کے لئے کھُلے رہتے۔ بیت المال میں جو کچھ بھی آتا تھا۔ وہ سب کا سب غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔

آپ اپنے دشمنوں پر بھی بے حد مہربان تھے۔ فارس سازشوں اور بغاوتوں کا گھر تھا۔ لیکن حضرت علیؓ نے ہمیشہ باغیوں اور سرکشوں سے نرمی کا سلوک کیا۔ آپ کی فیاضی اور رحمدلی اس قدر عام تھی کہ اہلِ فارس برملا کہہ اٹھتے تھے کہ:۔

" خُدا کی قسم اس عرب کو دیکھ کر نوشیرواں عادل کی یاد آ جاتی ہے۔"

حضرت علیؓ اپنی عمر کے تیس برس پیغمبرِ اسلام کی رفاقت میں گزار چکے تھے۔ اس لئے اسلام کی صحیح تعلیم، مسلمانوں کے فرائض اور رسولؐ اللہ کے ارشاداتِ گرامی پر آپ کی سند کافی تھی۔ اس کے لئے ہر شخص آپ کا محتاج تھا۔

حضرت عمرؓ فاروق نے آپ کو اپنے دورِ خلافت میں قاضی القضاۃ مقرر کر دیا تھا۔ اور جب آپ بیت المقدس کو تشریف لے گئے۔ تو اُن کی غیر حاضری میں حضرت علیؓ نے ہی فرائض خلافت سرانجام دیئے۔ خود معاویہؓ بھی جو ان کے زبردست حریف تھے مذہبی امور میں آپ سے ہمیشہ صلاح مشورہ لیا کرتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ بھی مذہب کے معاملات

حیدرِ کرّارؑ

سے متعلق آپ سے مشورہ لینے میں کبھی گریز نہیں

کرتی تھیں ۔

کھجوریں

حضرت علیؓ زندگی کی تلخیوں اور مصیبتوں سے واقف تھے۔ محنت و مشقت کرکے اور اپنے گاڑھے پسینے سے حلال روزی کمانا ان کا اصول تھا۔

ایک دن حضرت علیؓ نے ایک بوڑھی عورت کو مٹی کے ڈھیلے اکٹھے کرتے دیکھا۔ آپ نے سوچا کہ بڑھیا کو مٹی گوندھنے کے لئے پانی کی ضرورت پڑے گی۔ آپ کا یہ خیال درست تھا۔ بڑھیا کو کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اُسے کنوئیں سے پانی نکال دے۔ حضرت علیؓ نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ ایک بالٹی

پانی کے لئے ایک کھجور معاوضہ ٹھہرا تھا۔ آپ نے کنوئیں سے سولہ بالٹیاں پانی نکالا۔ اس کے عوض سولہ کھجوریں ملیں۔ آپ کے دستِ مبارک میں چھالے پڑ گئے۔

آپ اپنی محنت کا معاوضہ لے کر اپنے آقائے نامدار کی خدمت میں پہنچے اور اس دعوت میں شریک ہونے کے لئے آپ سے درخواست کی۔ رسولؐ خدا اپنے نوجوان بھائی کی اس دعوت پر بڑے ہی مسرور ہوئے۔ دونوں نے مل کر کھجوریں کھائیں۔ اور گٹھلیاں اپنے اپنے سامنے زمین پر رکھ لیں۔ جب دعوت ختم ہو چکی تو رسولِ خدا نے اپنے حصّے کی گٹھلیاں بھی حضرت علیؓ کے سامنے رکھ دی تھیں۔ اور مسکراتے ہوئے فرمانے لگے:۔

اچھّا! بتاؤ کس نے زیادہ کھجوریں کھائیں؟ جس کی گٹھلیاں زیادہ ہیں۔ اس سے اندازہ ہو جائے گا۔ کہ کس نے زیادہ کھائیں"۔

"اس نے! جو کھجوروں کے ساتھ ساتھ گٹھلیاں

حیدر کرار رضؓ

بھی کھا گیا "

حضرت علیؓ نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

ہاتھی کا وزن

حضرت علیؓ بے حد ذہین تھے ۔ ان دنوں وزن کرنے کے لئے بڑے کانٹے نہ ہوتے تھے ۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہنے لگا کہ میں ایک ہاتھی کا وزن کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ ایک ٹیڑھا سوال تھا ۔ صرف حضرت اُسے حل کر سکتے تھے ۔ آپ نے فرمایا "ہاتھی کو کشتی میں سوار کر دو ۔ اور پانی جہاں تک پہنچے ، کشتی پر وہاں نشان لگا دو ۔" اُس کے بعد ہاتھی کو کشتی سے اُتار کر کشتی میں ایسی چیزیں بھر دو جن کا وزن تم بآسانی کر سکو اور

اس نشان تک کشتی کو پانی میں ڈوب جانے دو۔ پھر ان چیزوں کو کشتی میں سے نکال کر وزن کر لو۔ وہی وزن ہاتھی کا ہو گا۔" لوگ اس درجہ دانشمندی دیکھ کر حیران رہ گئے۔

روٹیاں

قاضی القضاۃ کی حیثیت سے حضرت علیؓ کو بہت سے دلچسپ مقدموں کا فیصلہ کرنا پڑتا تھا۔

ایک روز دو شخص شکایت لے کر پیش ہوئے کہنے لگے کہ ان میں سے ایک کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اور دوسرے کے پاس پانچ۔ جب وہ کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک شخص نمودار ہوا۔ اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اجنبی نے اُن کو آٹھ درہم ادا کئے۔ اور چلتا بنا۔ اب جس آدمی کی پانچ روٹیاں تھیں۔ اُس نے پانچ

درہم تو خود رکھ لئے اور بقایا تین درہم دوسرے آدمی کو دے دیئے ۔ مگر اس تقسیم سے دوسرے شخص کی تسلّی نہ ہوئی اور اس نے نصف رقم کا تقاضا کیا ۔ حضرت علیؓ نے اُسے مشورہ دیا کہ جو رقم اس کا ساتھی اُسے دے رہا ہے ۔ اسے قبول کرلے ۔ کیونکہ اسی میں اس کا فائدہ تھا ۔ مگر وہ شخص نہ مانا ۔ اور انصاف کی درخواست کی ۔ جو فی الواقعی کیا گیا ۔ حضرت علیؓ نے اُس کو ایک درہم اور پہلے شخص کو سات درہم دے دیئے ۔

اس فیصلہ سے وہ شخص حیران و ششدر رہ گیا اور ایسے انصاف کی وجہ دریافت کی ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ۔ تمہارے پاس تین روٹیاں تھیں اور تمہارے ساتھی کے پاس پانچ ۔ تم دونوں نے اپنے اپنے حصہ روٹی کھاکر اجنبی کو بھی برابر کا حِصّہ دیا ۔ اگر سب روٹیاں تین برابر حصّوں میں کاٹی جائیں تو تمہاری تین روٹیوں کے نو اور اس کی پانچ کے پندرہ یعنی

کُل چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ تم سب نے برابر کا حصّہ یعنی آٹھ ٹکڑے فی کس کھائے۔ پس تم نے اپنی تین روٹیوں کے نو ٹکڑے میں سے آٹھ کھائے اور اجنبی کو فقط ایک ٹکڑا دیا۔ مگر تمہارے ساتھی نے اپنی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ کھائے اور اجنبی کو سات ٹکڑے دیئے۔ لہٰذا آٹھ درہم میں سے سات تو تمہارے ساتھی کے حصّہ آئے۔ اور صرف ایک درہم تمہارے حصّہ آیا۔

یہودی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میدانِ جنگ میں حضرت علیؓ نے اپنے ایک یہودی دشمن کو گرا دیا ۔ اور اُس کے سینہ پر چڑھ کر اپنا خنجر نکالا تاکہ اُسے ہلاک کر دیں ۔ کینہ پرور یہودی نے جس کا انجام قریب تھا ۔ آپ کے چہرہ پر تھُوک دیا ۔

حضرت علیؓ نے اپنا خنجر کھینچ لیا ۔ اُس کے سینہ پر سے اُٹھ گئے اور اُس کی جان بخشی کر دی ۔

یہودی یہ ماجرا دیکھ کر محوِ حیرت رہ گیا اور کہنے لگا آپ تو یقیناً مجھے ہلاک کرنے پر تلُے بیٹھے تھے ۔ جب

کہ میں نے آپ کے چہرہ تھوک دیا۔ تعجب ہے کہ باوجودیکہ آپ میری اس حرکت پر مجھے نہایت بے رحمی سے مار ڈالتے۔ برعکس اس کے آپ نے مجھے رہائی بخش دی۔

حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا:۔

"یہ سب درست ہے۔ میں تمہیں قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر بیٹھا تھا۔ چونکہ تم ہمارے دین کے دشمن ہو۔ مگر چونکہ تم نے مجھ پر تھوکا۔ اس لئے میرے ہاتھوں میں تمہیں مار ڈالنے کی قوت سلب ہو گئی میں تمہیں اپنے ذاتی عناد کی بنا پر کس طرح ہلاک کر سکتا تھا"

حضرت علیؓ کے یہ الفاظ سن کر یہودی پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ ان کے قدموں پر گر پڑا۔ اور فی الفور اسلام قبول کر لیا۔

افطاری

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بیمار پڑ گئے۔ ان کے والدین نے منت مانی کہ اُن کی بحالیٔ صحت کی غرض سے تین دن متواتر روزہ رکھیں گے۔ خداوند تعالےٰ ہمیشہ اپنے اطاعت گذار بندوں پر کرم بخشی کرتا ہے۔ بچے تندرست ہو گئے۔ گھر میں ایک دانہ تک نہ تھا۔ حضرت علیؓ نے ایک یہودی سے کچھ جَو عاریتاً لئے۔ اور ان وفا شعار رفیقۂ حیات حضرت فاطمہؓ نے روٹیاں تیار کیں۔ عین افطاری کے وقت ایک غریب شخص نے دروازہ پر صدا دی اور

کھانے کے لیئے کچھ مانگا۔ ایک لفظ تک منہ سے نکالے بغیر وہ تمام روٹیاں اس کے حوالے کر دی گئیں۔ حضورؐ سردرِ کائنات کے بچّوں کے واسطے فقط ایک پیالہ پانی ہی کافی تھا۔ اگلے روز انہوں نے پھر روزہ رکھا۔ مگر افطاری کے وقت ایک یتیم آ نکلا جسے دُنیا کے مفلس بادشاہ نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ تیسرے روز بھی ٹھیک اُسی وقت ایک فقیر آ گیا۔ اور اُن کی غذا لے کر چلتا ہُوا۔

آنحضرتؐ کے خاندان نے خود تو بھُوک اور فاقے کی تکالیف برداشت کیں۔ مگر کسی بھُوکے سوالی کو اپنے دروازہ سے تہی دست یا کھانا کھلائے بغیر نہ جانے دیا۔